ظہورِ اسلام کے وقت عالمی تجارت اور نظام زر

(بین الاقوامی تجارت میں آلۂ مبادلہ کا تدریجی ارتقاء)

World trade and monetary system at the time of emergence of Islam: Gradual evolution of medium of exchange in international trade

Dr. Muhammad Afzal
Assistant Professor, Minhaj University Lahore, Pakistan:
afzalqadri@gmail.com

Dr. Shabir Ahmad Jamee
HOD School of Islamic Study And Shariah, Minhaj University, Lahore:

Muhammad Abu Bakar
Lecturer, Munhaj College for Women, Lahore:
faizi9423@gmail.com

Abstract:

Money economy had already been established in the world before the prophethood. The gold standard was used as a medium of exchange in world trade. Both gold and silver systems were in use in the Jahiliyya period. At the time of the emergence of Islam, currency centers were opened in fairs, which later laid the foundation for the banking system. Initially trade was done in the form of barter, after which gold and silver were considered as Medium of exchange. After that, the receipts issued by the money changers served as instruments of exchange, but they were not legal tender. To solve this problem, the approved institutions of the government issued legal tender which was acceptable in the entire state. Islam supports international currency to end economic exploitation. In the beginning, no other country's currency was trusted in trade. To solve this problem, merchants have introduced documents that are considered reliable in transactions. In banking terms, these documents were called instruments of credit or commercial papers. These transaction documents

are called Bill of exchange, promissory note and check etc. These are accepted as currency in trading circles.

Keywords: *World Trade, Monetary System, Gold Standard, Medium of exchange, Barter, Legal Tender.*

انیسویں صدی سے پہلے تجارتی معاملات میں عموماً کسی دوسرے ملک کی کرنسی پر اعتماد نہیں کیا جاتا تھا۔ کسی بھی ملک کی کرنسی صرف ملک کے اندر استعمال ہوتی تھی۔ بین الاقوامی تجارت(International Trade) میں زیادہ تر سونے پر اعتماد کیا جاتا تھا، اس لیے کہ سونے کو دنیا میں آلۂ مبادلہ(Medium of exchange) کی حیثیت حاصل تھی۔ ذیل میں عالمی تجارت میں نظام زر(Monetary system) کی اہمیت اور عمل دخل کو بیان کیا جاتا ہے۔

زر کی تعریف:

زر کی تعریف مختلف ماہرین اقتصادیات کے نزدیک مختلف ہے۔ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

1۔ ڈاکٹر عدنان خالد الترکمانی زر کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

اَلنَّقْدُ عِبَارَةٌ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ يَلْقٰى قَبُوْلاً عَامًّا كَوَسِيْطٍ لِلتَّبَادُلِ وَمِقْيَاسٍ لِلْقِيْمَةِ مَهْمَا كَانَ ذٰلِكَ الشَّيءُ وَعَلٰى أَيِّ حَالٍ يَكُوْنُ۔[1]

”زر“ ہر اس شے کو کہتے ہیں، جو آلۂ مبادلہ[2] کی حیثیت سے مقبولِ عام ہو، اور معیارِ قیمت ہو۔ وہ شے چاہے کچھ بھی ہو اور کسی بھی حالت میں ہو۔“

2۔ زر کی تعریف کرتے Jeanne S. Holden ہوئے لکھتے ہیں:

Any medium of excchange that is widely accepted in payment for goods and services or to settle debts.[3]

---

[1] الترکمانی، الدکتور عدنان خالد، السیاسیة النقدیة والمصرفیة فی الاسلام، بیروت، لبنان: موسسة الرسالة، طبع اول، ١٤٠٩ھ/ ١٩٨٨ء، ص: 51۔

[2] وہ مستند دستاویزی آلات جو بائع اور مشتری کے مابین مال تجارت کی قدر معلوم کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

''مبادلہ کا کوئی بھی ذریعہ جو وسیع پیمانے پر سامان اور خدمات کی ادائیگی میں یا قرضوں کو نپٹانے کے لیے قبول کیا جاتا ہو، زر کہلاتا ہے''

3۔ جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی صاحب ''زر'' کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جو چیز عرفاً آلۂ مبادلہ(Medium of Exchange) کے طور پر استعمال ہوتی ہو، وہ قدر کا پیمانہ(Measure of Value) ہو اور اس کے ذریعے مالیت کو محفوظ (Protection of Worth)[4] کیا جاتا ہو، اسے ''زر'' کہتے ہیں۔''[5]

4۔ شیخ علی احمد السالوس (1934-2023) نقود کی تعریف میں لکھتے ہیں:

اَلنُّقُوْدُ هِيَ أَيُّ شَيءٍ يَكُوْنُ مَقْبُولاً قَبُوْلاً عَاماً كَوَسِيْطٍ لِلتَّبَادُلِ وَ مِقْيَاسِ الْقِيْمَةِ.[6]

''ہر وہ چیز نقدی (زر) کہلاتی ہے، جسے تبادلے کے واسطہ اور قیمتوں کے معیار کی حیثیت سے قبولیتِ عامہ حاصل ہو۔''

نقود کے حوالے سے تاریخی طور پر ایک بات بڑی اہم ہے کہ یہ اس وقت تک معتبر نہیں ہوتے جب تک انہیں قبولیت عامہ حاصل نہ ہو، اس کے بغیر ان کی کوئی حیثیت نہیں۔یہی وجہ ہے کہ امام مالک کے نزدیک اس وقت تک کسی فلوس کو نقود قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک ان پر شاہی مہر ثبت نہ ہو اور انہیں معاشرے میں نقود اور ثمن کی حیثیت سے رواج حاصل نہ ہو۔

---

[3]Jeanne S. Holden, The Language of Trade, Production sherry Hayman P. 73

[4]اس تعریف میں مالیت کے تحفظ(Protection of Worth) کی شرط اس لیے ہے کہ اگر کسی کے پاس کوئی جنس رکھی ہوئی ہو تو ایک تو اس کی قیمت ہمہ وقت یکساں نہیں رہتی اور دوسرا اس جنس کا ہر وقت خریدار موجود نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے اس کی مالیت کاملاً محفوظ نہیں رہی۔اس کے برعکس اگر زر رکھ لیا جائے تو عام حالات میں اس سے مالیت بھی محفوظ رہتی ہے اور اس سے کسی بھی وقت کوئی چیز خریدی جا سکتی ہے۔

[5]عثمانی، محمد تقی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، کراچی، پاکستان: مکتبہ معارف القرآن، ۱۴۲۷ھ / ۲۰۰۶ء، ص: ۹۵۔

[6]السالوس، علی احمد، الدکتور، النقود واستبدال العملات، الکویت: مکتبة الفلاح، ۱۹۸۵ء: ص: ۲۱

ان تمام تعریفات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زر یا نقد فقط اسے کہیں گے جس میں درج ذیل خصوصیات (Features)ہوں:

(ا)۔ وہ آلہ مبادلہ(Medium of Exchange) ہو۔

(ب)۔ اسے قبولیت عامہ(Public Acceptance)حاصل ہو۔

(ج)۔وہ پیمانہ قدر(Measure of Value) ہو۔

(د)۔اور وہ مالیت کو محفوظ (Protection of Worth) کرنے کا ذریعہ ہو۔

حقیقتِ زر (The Nature of Money):

زر کی حقیقت سے مراد اس کی طبعی اور خلقی کیفیت ہے۔ اس کی حقیقت کو جاننا اس لیے ضروری ہے کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ "زر" بھی بے شمار چیزوں کی طرح ایک شے (Commodity)ہے، لہٰذا جس طرح دیگر اشیا مثلاً اجناس، کتاب یا دکان وغیرہ کو باہمی رضامندی سے قیمت متعین کر کے فروخت کیا جا سکتا ہے یا جس طرح گھر کرایہ پر دیا جا سکتا ہے اسی طرح زر کا معاملہ بھی ہے، کیونکہ زر بھی تو ایک شے ہے۔ لہٰذا جو سلوک دیگر اشیا کے ساتھ کیا جاتا ہے، وہی سلوک زر کے ساتھ بھی ہو گا۔ ان حضرات کے نزدیک اشیا بنیادی طور پر دو قسم کی ہیں۔ پہلی اشیا صرفی (Consumption Goods) اور دوسری اشیائے پیداوار (ProductionGoods)[7] ۔ جو لوگ زر کو شے پیداوار(Production Goods) کہتے ہیں ان کے ہاں زر محل تجارت ہے۔ بغیر کسی اخلاقی یا شرعی قباحت کے دیگر اشیائے پیداوار کی طرح زر کی بھی کمی بیشی کے ساتھ تجارت کی جا سکتی ہے۔

---

[7] اشیاء صرفی (Consumption Goods) سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے براہ راست کھا کر، پی کر یا پہن کر انسان اپنی حاجات پوری کرے، جب کہ اشیا پیداوار(Production Goods) کا مطلب یہ ہے کہ وہ محل تجارت(Tradable) ہو، اس کی خرید و فروخت ہو، اس کو اجارہ(Leasing) اور کرایہ پر دیا جائے، اور اس سے منافع(Profit) حاصل ہوں۔

زر (Money) اور شے (Commodity) میں بنیادی فرق:

اسلامی نقطہ نظر سے ”زر“ (Money) اور ”شے“ (Commodity) میں بنیادی طور پر تین فرق ہیں، ان فروق کے ہوتے ہوئے زر کے ساتھ اشیاوالا معاملہ نہیں کیا جائے گا، بلکہ زر کو اپنی طبعی صفت کے پیش نظر صرف آلہ مبادلہ تک محدود رکھا جائے گا۔ ڈاکٹر مولانا عصمت اللہ ان تین فروق کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

1۔ زر براہ راست انسانی ضرورت و حاجت کو پورا نہیں کر سکتا، زر اشیاء (Commodities) اور خدمات (Sevices) کے حصول کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، جبکہ شے براہ راست انسانی ضرورت کو پورا کر سکتی ہے۔

2۔ اشیاء کے مختلف معیار ہوتے ہیں، (کوئی شے مہنگی ہوتی ہے اور کوئی شے سستی ہوتی ہے) جب کہ زر کی سوائے اس کیفیت کی اور کوئی کیفیت نہیں کہ وہ پیمانہ قدر اور آلہ مبادلہ ہے، اس لیے ایک قیمت کے زر کی تمام اکائیاں (Units) آپس میں سو فیصد مساوی ہوتی ہیں، یعنی ایک ہزار کا پرانا نوٹ اور نیا نوٹ معیار میں برابر ہوں گے۔

3۔ اشیا (Commodities) میں خرید و فروخت کے معاملات (Transactions) انہی خاص اشیا کے ساتھ خاص ہوتے ہیں، جن پر یہ معاملات واقع ہوئے ہوں، ایک خاص کار کی طرف اشارہ کر کے اگر ”الف“ اس کو ”ب“ کے ہاتھ فروخت کرے، اور ”ب“ اس پر راضی ہو کر اس کو خریدے، تو خریدار ”ب“ اسی خاص کار کی وصولی کا حق دار ہو گا، خریدار کو دوسری کار لینے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، جبکہ زر (Money) کسی معاملے میں متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا، اگر ”الف“، ”ب“ کو کوئی خاص نوٹ دکھا کر اس سے کوئی چیز خریدے، تو ”ب“ کوئی بھی نوٹ لینے پر مجبور ہو گا، بشرطیکہ وہ نوٹ اسی قیمت کا ہو۔[8]

ان تفصیلات سے ثابت ہوا کہ اشیا بذات خود مقصود ہوتی ہیں جب کہ زر خود مقصود نہیں بلکہ ان اشیا کے حصول کا ذریعہ یا آلہ مبادلہ ہوتا ہے۔ علامہ ابن تیمیہ (570ھ-652ھ)[9] زر کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[8] عصمت اللہ، ڈاکٹر، مولانا، زَر کا تحقیقی مطالعہ، کراچی، پاکستان: ادارۃ المعارف، ۱۴۳۰ھ / ۲۰۰۹ء، ص: ۳۵۔

[9] ابن تیمیہ، مجد الدین ابو البرکات عبد السلام بن عبد اللہ حنبلی فقیہ، محدث اور مفسر تھے۔ ان کی اہم تصانیف یہ ہیں: المحرر فی الفقه، منتهى الغاية فی شرح الهداية، المنتقى من احاديث الاحكام، اطراف احاديث التفسير

ظہورِ اسلام کے وقت عالمی تجارت اور نظام زر

(بین الاقوامی تجارت میں آلۂ مبادلہ کا تدریجی ارتقاء)

وَالدَّرَاهِمُ وَالدَّنَانِيْرُ لاَ تُقْصَدُ لِنَفْسِهَا، بَلْ هِيَ وَسِيْلَةٌ إِلٰى التَّعَامُلِ بِهَا، وَلِهٰذَا كَانَتْ أَثْمَانًا، بِخِلَافِ سَائِرِ الْأَمْوَالِ فَإِنَّ الْمَقْصُوْدَ الْإِنْتِفَاعُ بِهَا نَفْسِهَا۔[10]

''دراہم اور دنانیز مقصود بالذات نہیں، بلکہ یہ باہمی معاملات کا ایک ذریعہ ہیں، اسی وجہ سے یہ ''اثمان'' شمار ہوں گے، بخلاف دیگر اشیا کے کہ یہ خود مقصود بالذات ہیں۔''

اسی طرح علامہ ابن قیم (۶۹۱-۷۵۱ھ) زر کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَالْأَثْمَانُ لَا تُقْصَدُ لِأَعْيَانِهَا، بَلْ يُقْصَدُ التَّوَصُّلُ بِهَا إِلَى السِّلَعِ، فَإِذَا صَارَتْ فِي أَنْفُسِهَا سِلَعًا تُقْصَدُ لِأَعْيَانِهَا فَسَدَ أَمْرُ النَّاسِ.[11]

''زر مقصود بالذات نہیں بلکہ سامان کے حصول کا ذریعہ ہے، اگر زر سامان میں شمار ہو جائے تو لوگوں کے معاملات فاسد ہو جائیں گے۔''

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ زر اپنے طبعی اور خلقی وصف[12] کے پیش نظر صرف آلہ مبادلہ کے طور پر استعمال ہو گا۔ یہ بذات خود محل تجارت نہیں ہو گا بلکہ محل تجارت صرف اشیا ہوں گی۔ زر

(ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ۹/۱۶-۵۱۸؛ حاجی خلیفہ، کشف الظنون/۱۸۱۶؛ عمر رضا کحالة، معجم المؤلفين، ۳۲۷/۵)

[10] ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام حرانی (۶۶۱-۷۲۸ھ)۔ مجموع الفتاویٰ، الریاض، السعودیة: مجمع الملک الفہد، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء، ج: ۱۹، ص: ۲۵۱۔

[11] ابن قیم، ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر ایوب جوزیہ (۶۹۱-۷۵۱ھ) اعلام الموقعین عن رب العلمین، بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیة، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء، ج: ۲، ص: ۱۰۵۔

[12] زر کی دو اہم قسمیں۔ ثمن خلقی اور ثمن عرفی ہیں۔ ثمن خلقی کو ثمن طبعی یا ثمن حقیقی بھی کہتے ہیں جبکہ ثمن عرفی کو ثمن اصطلاحی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ ثمن خلقی وہ ثمن یا زر ہوتا ہے جس کی قدر و قیمت کا انحصار عرف و تعامل پر نہ ہو بلکہ اس کی تخلیق ہی ثمنیت کے لیے ہو۔ جیسے سونا اور چاندی چاہے کسی بھی شکل میں ہوں یہ ثمن خلقی اور ثمن حقیقی ہیں۔ ان کے علاوہ جو چیز بھی زر کے طور پر استعمال ہوتی ہے وہ ثمن عرفی یا ثمن اصطلاحی ہی ہے۔ ثمن عرفی اور اصطلاحی میں ثمنیت اصلاً نہیں ہوتی بلکہ افراد کے باہمی تعامل اور عرف کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ عرف اور رواج جب چاہے ان کی ثمنیت ختم کر سکتا ہے، جیسا کہ کاغذی نوٹ یا کرنسی کہ ریاست نے جونہی انہیں تبدیل کر دیا ان کی حیثیت کاغذ کے پرزوں کے سوا کچھ نہیں ہوتی، کیوں کہ یہ خلقاً ثمن نہیں ہوتے بلکہ عرفاً ہوتے ہیں۔

کو محل تجارت قرار دینا در اصل مخلوق کے ساتھ ظلم اور نظام کو درہم برہم کرنے کے مترادف ہے۔

زر اور مال میں فرق

زر اور مال میں فرق و امتیاز سے قبل مال کی تعریف سمجھ لیں تا کہ ان دونوں میں فرق کو آسانی سے سمجھا جا سکے۔مال کی تعریف کرتے ہوئے علامہ ابن نجیم حنفی[13] لکھتے ہیں:

اَلْمَالُ کُلُّ مَا یَتَمَلَّکُهُ النَّاسُ مِنْ نَقْدٍ وَعُرُوْضٍ وَحَیَوَانٍ وَغَیْرِ ذٰلِكَ-[14]

"مال ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کے لوگ مالک ہوں، خواہ وہ زر ہو، یا سامان ہو، یا جانور ہو، یا کوئی اور چیز ہو۔"

علامہ ابن منظور افریقی (٦٣٠ـ ٧١١ھ) نے "مال" کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کی ہے:

اَلْمَالُ مَا مَلَکْتَه، مِنْ جَمِیْعِ الْاشیا[15]

"جو چیز بھی آپ کی ملکیت میں ہے وہ مال ہے"

اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ زر(Money)مال کی ایک قسم ہے،یعنی مال عام ہے اور زر خاص ہے اور زر کی حیثیت مال کے مقابلے میں محض ایک قسم کی ہے۔

زر اور کرنسی میں فرق

اوپر ہم 'زر' کی تعریف میں بیان کر چکے ہیں کہ زر وہ آلہ مبادلہ ہے جس کے ذریعے اشیا کا تبادلہ، قدر کی پیمائش اور مالیت محفوظ ہوتی ہو، مگر یہ لازم نہیں کہ وہ زر قانونی طور پر بھی لازماً آلہ تبادلہ ہو۔ مثلاً مالی دستاویزات، چیک اور انعامی بانڈز وغیرہ سے لوگ اشیا کا تبادلہ کرتے ہیں لیکن اگر کوئی شخص ان دستاویزات مثلاً انعامی بانڈز وغیرہ سے

---

[13] شیخ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف بابن نُجَیْم (926ھ-970ھ) فقہ حنفی کے بہت بڑے فقیہ ہیں، اصول فقہ کے بڑے ماہر ،عالم محقق اور کثیر التصانیف ہیں۔ علومِ عربیہ و عقلیہ کی تحصیل شیخ نور الدین الدیلمی المالکی اور شیخ شقیر المغربی وغیرہ سے کی۔ آپ نے اپنے اساتذہ کی حیات ہی میں درس وتدریس اور افتاء کی ذمہ داریاں بحسن و خوبی سر انجام دیں۔

[14] ابن نجیم، الشیخ زین بن ابرہیم بن محمد بن محمد بن بکر الحنفی(٩٢٦-٩٧٠ھ)، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، مصر: دار الکتاب الاسلامی، سن ندارد،ج: ٢، ص: ٢٤٢۔

[15] ابن منظور، محمد بن مکرم بن علی بن احمد بن ابی قاسم بن حبقہ افریقی (630ـ 711ھ)، لسان العرب، بیروت، لبنان: دار صادر، سن ندارد،ج: ١٣، ص: ٢٢٣۔

ظہورِ اسلام کے وقت عالمی تجارت اور نظام زر

(بین الاقوامی تجارت میں آلۂ مبادلہ کا تدریجی ارتقاء)

اپنا حق لینے پر آمادہ نہ ہو تو اس کو قانوناً لینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، جب کہ کرنسی وہ زرِ قانونی ہے جو کسی خاص ملک میں رائج ہو، جیسے پاکستان میں روپیہ زر قانونی ہے لہذا اسے لینے سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ایسی قانونی کرنسی کو انگریزی میں Legal Tender اور اردو میں ''زر قانونی'' کہتے ہیں۔

زر سے کرنسی تک کا تدریجی سفر

شروع شروع میں تاجر بیع مقایضہ (Barter)[16] یعنی سامان کے بدلے سامان کی صورت میں تجارت کرتے تھے۔ مگر اس میں سامان کی نقل و حمل کا بہت بڑا مسئلہ تھا۔ دوسرا مسئلہ فریقین کی رضامندی تھی کہ ایک شخص کھجوریں دے کر کپڑا لینا چاہتا ہے جب کہ کپڑے کا تاجر کھجوریں لینا نہیں چاہتا۔ ''مقایضہ'' (Barter) کے بعد بعض اہم اشیا مثلاً گندم، جو، چمڑا وغیرہ کو ثمن قرار دیا گیا۔ اس کے بعد سونے اور چاندی کو ابتداءً سکّوں میں ڈھالے بغیر اور بعد از آں سکوں کی صورت میں ثمن قرار دیا گیا۔ اس نظامِ زر کو جس میں سونے اور چاندی دونوں کے سکے ڈھالے جاتے تھے ''دو دھاتی معیار''(Bi-Metallic Standarad) کہا جاتا تھا۔ اس کے بعد لوگ سونے، چاندی کے سکے صرافوں (Money Hanger) کے پاس بطور امانت رکھواتے اور صراف[17] انہیں ثبوت کے طور پر رسیدیں لکھ دیتے۔ لوگوں نے صرافوں کی دی ہوئی ان رسیدوں سے اشیا خریدنی شروع کر دیں۔ جس کا مطلب یہ ہوتا کہ اس رسید کا سونا بائع کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔ اس طرح ابتداءً کرنسی کا آغاز ہوا یعنی صرافوں کی جاری کی ہوئی رسیدیں نوٹوں کا کام دینے لگیں۔ مگر یہ رسیدیں اگرچہ لوگوں کے

---

[16] سامان کے بدلے سامان لینے دینے کو بیع مقایضہ (Barter Sale) کہتے ہیں۔ Jeanne S. Holden بیع مقایضہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> The direct exchange of goods for other goods, without the use of money as a medium of exchange and without the involvement of a third party.(*Jeanne S. Holden, The Language of Trade, Production sherry Hayman P. 15*)

''زر کو آلۂ مبادلہ بنائے بغیر اور کسی تیسرے فریق کو شامل کیے بغیر سامان کا سامان سے براہ راست تبادلہ بیع مقایضہ کہلاتا ہے''

[17] صراف (Exchangers) سے مراد وہ شخص ہے جو کہ نقدی کا نقدی سے تبادلہ کرتا ہے یا اس سے مراد وہ شخص ہے جو کہ خزانہ کا امین ہو، مال وصول کرتا ہو اور استحقاق کے مطابق خرچ کرتا ہو۔

تعامل کی وجہ سے قابل قبول تھیں مگر اس کے باوجود وہ زر قانونی (Legal Tender) نہیں تھیں۔ اس سہولت کے پیشِ نظر حکومت کے منظور شدہ اداروں نے زر قانونی(Legal Tender)جاری کیا اس طرح زر سے کرنسی تک کا سفر مکمل ہو گیا۔

کرنسی کے تدریجی ارتقاء کے بارے میں سید عظیم لکھتے ہیں:

''تجارتی اشیا کا مبادلہ پہلے تو براہ راست تجارتی اشیا سے ہی ہوتا تھا جس کو بارٹر سسٹم (Barter System) کہا جاتا تھا، بعد میں یہ مبادلہ سونے کے ذریعے ہونے لگا جو کہ ترقی کر کے سکّوں کی شکل اختیار کر گیا۔ جب بینک عام ہو گئے تو بینکوں کے نوٹوں نے سکوں کی جگہ لے لی۔ یوں لوگوں نے سونا چاندی بینکوں سے لینے کی بجائے ان نوٹوں کو ہی آپس میں مبادلہ کا ذریعہ بنالیا۔ یوں ہم دیکھتے ہیں زر نقد یا سکّوں کی جگہ محض کاغذی نوٹوں اور بسا اوقات چیکوں اور بینک کے رجسٹروں اور کھاتوں نے لے لی۔''[18]

باہمی تجارت کے لیے کسی نہ کسی آلۂ مبادلہ(Medium of exchange)کا ہونا لازم ہے۔ اس حوالے سے الدکتور توفیق رمضان البوطی تحریر کرتے ہیں:

''انسان نے قیمت کا اندازہ لگانے کے لیے مناسب معیار کی تلاش شروع کی، چنانچہ اس نے سب سے پہلے مویشیوں کو اس مقصد کے لیے استعمال کیا، کیونکہ ان میں اضافہ بھی ہوتا ہے اور ان کے دودھ اور اون سے فوائد بھی حاصل کئے جاتے ہیں، نیز چونکہ یہ خود چلتے ہیں، اس لیے ان کی نقل و حرکت بھی آسان ہے۔ لوگ ہومر (Homer) کے زمانے تک مویشیوں کے ذریعہ قیمت مقرر کرتے رہے۔ رومی اپنے پرانے سکّوں پر بیل کی تصویر نقش کیا کرتے تھے۔ اس سے اس نظریے کی تائید ہوتی ہے کہ نقود کے طور پر انسان نے سب سے پہلے مویشیوں کا استعمال کیا ہے۔''[19]

اس کے بعد جیسے جیسے دیگر معدنیات دریافت ہوتی چلی گئیں وہ تدریجاً آلہ مبادلہ(Medium of exchange)کی جگہ لیتی چلی گئیں۔ ول ڈیورنٹ(Will Durant- 1885-1981)لکھتا ہے:

---

[18]سید عظیم، تجارتی لوٹ مار کی تاریخ اور نام نہاد آزاد منڈی کی معیشت، لاہور، پاکستان: دار الشعور، 2006ء، ص: 476

[19]البوطی، توفیق رمضان، الدکتور، البیوع الشائعة واثر ضوابط المبیع علی شرعیتها، مترجم: محمد اسلام، اسلام آباد، پاکستان: ادارہ تحقیقات اسلامی، ۲۰۱۰ء، ص: ۳۳۔

ظہورِ اسلام کے وقت عالمی تجارت اور نظام زر

(بین الاقوامی تجارت میں آلۂ مبادلہ کا تدریجی ارتقاء)

"سب سے پہلے تانبا، پیتل اور لوہا متعارف ہوئے اور سب سے آخر میں سونا اور چاندی کا استعمال ہونے لگا، کیونکہ یہ دونوں کم جسامت اور تھوڑے وزن میں زیادہ قیمت کی نمائندگی کرسکتے ہیں۔"[20]

دھاتوں کی دریافت بالخصوص سونے کی دریافت سے زر کو مبادلہ کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ اس عالمگیر زر مبادلہ کے حوالے سے آدم سمتھ (Adam Smith, 1723-1790)[21] لکھتا ہے:

"اس طور پر زر تمام مہذب اقوام عالم میں مبادلہ یا تجارت کا عالمگیر وسیلہ بن گیا ہے جس کی وساطت سے تمام قسم کے سامانِ تجارت کی خریدوفروخت ہوتی ہے۔ یعنی اس آلۂ مبادلہ کی بدولت ایک قسم کا سامان بیچا اور دوسری قسم کا سامان خریدا جاسکتا۔"[22]

تاجروں کے لیے کرنسی کے علم کی اہمیت

ایک کامیاب تاجر کے لیے رائج الوقت کرنسی، زر یا نقد کے بارے میں تمام معلومات ہونا بہت ضروری ہے۔ امام غزالی نے لکھا:

يَجِبُ عَلَى التَّاجِرِ تَعَلُّمُ النَّقْدِ[23]

"تاجر کے لیے نقد یا زر کا علم حاصل کرنا لازم ہے"

---

[20]Will Durant, Ariel Durant, The Story of Civilization, USA, Simon & Schuster, 1935,Vol. 1, P: 28

[21]Adam Smith was an 18th-century Scottish economist, philosopher, and author who is considered the father of modern economics. (*Investopedia Retrieved March 06, 2020, 11:25pm from https://www.investopedia.com/updates/adam-smith-economics*)

[22]آدم سمتھ (1723-1790ء)، دولت اقوام، ترجمہ: شیخ عطااللہ، ایچ اے فخری، لاہور، پاکستان: مجلس ترقی ادب، 1957ء، ج:1، ص:58۔

[23]غزالی، حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد (۴۵۰ھ۔۵۰۵ھ)، احیاء علوم الدین، بیروت، لبنان: دار المعرفہ، 1995ء، ج: ۲، ص: ۷۴۔

ایک تاجر کو کسی ملک کی کرنسی یا زر کے حوالے سے کیسی معلومات ہونی چاہیے، اس حوالے سے ڈاکٹر محمود احمد غازی (۱۹۵۰ء- ۲۰۱۰ء) لکھتے ہیں:

”آج کل کے تاجر کے لیے ضروری ہے کہ وہ کاغذی کرنسی کی تفصیلات کا علم رکھتا ہو۔ دستاویزات قابل بیع و شراء سے واقفیت رکھتا ہو۔کرنسی کے لین دین کے احکام کو جانتا ہو۔ حقیقی اور جعلی کرنسی کا فرق سمجھتا ہو۔حکومت کے جو قوانین کرنسی کے لین دین کے لیے مقرر ہیں ان سے واقف ہو“[24]

عہدِ جاہلیت میں عرب کے سکّے اور نظامِ زر

زمانہ جاہلیت میں مختلف خطوں اور قوموں کے الگ الگ سکے تھے، مگر عرب میں زیادہ تر دو سکے دینار اور درہم چلتے تھے۔ دینار کثرت سے چلنے والا سکہ تھا۔ یہ سکہ بازنطینی ریاستوں[25] کے علاوہ روم، مصر اور شام وغیرہ میں رواج پذیر تھا۔ مورخ بلاذری (۲۷۹ھ / ۸۹۲ء) لکھتا ہے:

”قریش مکہ کی تجارت چونکہ زیادہ تر انہی ملکوں سے تھی لہٰذا دینار کا سکّہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دونوں شہروں میں مروج تھا۔ البتہ مکہ مکرمہ میں زیادہ تر ہرقلی دینار، رومی دینار اور بازنطینی دینار چلتا تھا۔ دوسرا اہم سکّہ جس کا اس دور میں عام چلن تھا، وہ درہم تھا۔ اس کا رواج عراق اور فارس وغیرہ میں زیادہ تھا۔“[26]

ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن(۱۸۹۲ء-۱۹۶۸ء) عہد اُموی میں سکّوں کے اِجراء کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”اس مقصد کے لیے دمشق میں دار الضرب یا ٹکسال قائم کی۔ یہ سکّے سونے اور چاندی کے ہوتے تھے۔ ان میں آیات قرآنی نقش ہوتی تھیں۔ عبد الملک بن مروان(646-705ء) نے اپنے

---

[24] غازی، محمود احمد، ڈاکٹر (۱۹۵۰ء- ۲۰۱۰ء) محاضرات معیشت و تجارت، لاہور، پاکستان: الفیصل ناشران و تاجران کتب، ۲۰۱۰ء، ص: ۲۵۵-۲۵۶۔

[25] چوتھی صدی عیسوی میں رومی سلطنت دو حصوں، مغربی اور مشرقی روم میں تقسیم ہو گئی۔ مشرقی حصہ اپنے دار الحکومت بازنطین کے نام پر بازنطینی سلطنت کہلایا۔ 330ء میں بازنطینی شہنشاہ قسطنطین نے بازنطین کا نام اپنے نام پر قسطنطنیہ رکھ دیا اور 1930ء میں ترکی حکومت نے بدل کر استنبول کر دیا۔

Retrieved March 06, 2020, 11:45pm from https://ur.wikipedia.org/wiki

[26] بلاذری، ابو الحسن احمد بن یحیی بن جابر (279ھ / 892ء)، فتوح البلدان، ترجمہ: سید ابو الخیر مودودی، کراچی، پاکستان: نفیس اکیڈمی، 1970ء، ص: ۴۶۷۔

سکے کے علاوہ تمام دوسرے سکے اسلامی قلمرو میں ممنوع قرار دیے۔اس زمانہ تک مسلمانوں کے ملک میں بیزنطینی دینار اور ایرانی درہم رائج تھے۔"[27]

ظہورِ اسلام کے وقت عالمی تجارت میں آلۂ مبادلہ

بعثت نبوی سے قبل ہی دنیامیں زری معیشت (Money Economy) قائم ہو چکی تھی۔ پوری دنیامیں آلہ مبادلہ (Medium of exchange)[28] کے طور پر سونے کے سکے رائج تھے۔ماہرینِ معاشیات اس نظام زر کو طلائی معیار (Gold Standard)[29] کہتے ہیں۔طلائی معیار کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ یہ ایک خود کار نظام زر تھا۔اس وقت بین الاقوامی تجارت میں درآمدی اور بر آمدی قیمت سونے کے سکّوں میں ادا کی جاتی تھی۔[30] اس خود کار نظام کے تحت سونا ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل ہو تا رہتا تھا۔ طلائی معیار کی اس خصوصیت کا تذکرہ کرتے ہوئے اوصاف احمد رقمطراز ہیں:

---

[27]حسن ابراہیم حسن، الدکتور و علی ابراہیم حسن، الدکتور، النظم الاِسلامیہ، ترجمہ: مسلمانوں کا نظم مملکت، مترجم: مولوی علیم اللہ صدیقی، کراچی، پاکستان: دار الاشاعت، ۱۹۵۸ء، ص: ۱۹۷۔

[28]Documentary instrument used in commercial transacions between buyers and sellers to measure the value of the goods exchanged. The value of such instruments is usually expressed in terms of a national currency.(*Jeanne S. Holden, The Language of Trade, Production sherry Hayman P. 72*)

"اس سے مراد وہ مستند دستاویزی آلات ہیں جو بائع اور مشتری کے مابین مال تجارت کی قدر معلوم کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ اس طرح کے آلات کو عام طور پر قومی کرنسی کے طور پر جانا جاتا ہے"

[29]نوٹ کے پیچھے سو فیصد سونا ہونا یعنی قانوناً اس بات کی پابندی کرنا کہ جتنا سونا موجود ہے، اتنے ہی نوٹ جاری کئے جائیں گے طلائی معیار (Gold Standard) کہلاتا ہے۔

[30]کسی بھی نظام زر میں جب سونا ایک عالمی مبادلے کی کرنسی کے طور پر استعمال ہوتو یہ گولڈ سٹینڈرڈ (Gold Sandard) کہلاتا ہے۔ قانونی معنوں میں سونا، رقم یاروپیہ کی گردش کو منظم کرے اور سونے کے سکے یہ کام سرانجام دیں تو یہ گولڈ کائن سٹینڈرڈ (Gold Coin Sandard) کہلاتا ہے۔ لیکن اگر سونے کے عوض بینکوں کے نوٹ مبادلے کا کام کریں تو یہ گولڈ بلین سٹینڈرڈ (Gold Bullion Standard) کہلاتا ہے اور اگر کوئی غیر ملکی کرنسی سونے کے بدلے عالمی سطح پر مبادلے کا

”اشیا کے مقابلہ میں کسی ملک میں زر کی مقدار میں کمی ہوتی تھی تو اشیا کی قیمت گر جاتی تھی۔ اشیا کی قیمت میں کمی کی وجہ سے اس ملک کی برآمدات میں اضافہ ہوجاتا اور زیادہ برآمدات کے نتیجہ میں دوسرے ملک کا سونا دوبارہ اس ملک میں واپس آجاتا۔ سونے کے ذخیرے میں زیادتی کی وجہ سے زر کی رسد میں طلب کے مقابلہ اضافہ ہوتا اور اشیا کی قیمتیں دوبارہ بڑھ جاتیں اور اس ملک کی برآمدات میں کمی ہوجاتی اور درآمدات میں اضافہ ہوجاتا، جس کے نتیجہ میں ایک بار پھر ملک کا سونا دوسرے ملک میں منتقل ہوجایا کرتا تھا۔“[31]

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ظہورِ اسلام کے وقت جب تاجر دور دراز سے آتے تھے تو وہ اپنے مال کا تبادلہ کس طرح کرتے تھے۔ اس حوالے سے سید عظیم لکھتے ہیں:

”میلوں میں باقاعدہ کرنسی کی تنظیم اور اجراء کے کام نے جنم لیا۔ باقاعدہ کرنسی کے مرکز میلوں کے ساتھ ساتھ کھولے جاتے جس نے آہستہ آہستہ بنکوں کے نظام کی بنیاد بھی فراہم کر دی۔ اس سے معاشیاتِ زر(Monetary Economics) کی معاشی جہت کا آغاز ہوا۔“[32]

سونے اور چاندی کی دریافت اور پھر اس کے آلۂ مبادلہ کے طور پر استعمال نے کس طرح ساری دنیا کو ایک عالمی منڈی میں تبدیل کر دیا، اس بارے سید عظیم لکھتے ہیں:

”سونے اور چاندی کی فراوانی نے تجارت کے پورے چولے کو بدل ڈالا۔ ساری دنیا کو ایک منڈی میں تبدیل کر دیا۔ اس کی وجہ سے تجارت نے پرانے جاگیرداری نظام(Feudal System) کو جھٹکے سے اُکھاڑ پھینکا کیونکہ جاگیرداری نظام میں تو تبادلۂ اجناس ہوتا تھا۔ اس زر نے منڈی کو فروغ دیا اور جاگیرداری پر ضربِ کاری لگائی۔[33]

کام کرے تو اسے گولڈ ایکسچینج سٹینڈرڈ(Gold Exchange Standard) کہتے ہیں۔(سید عظیم، تجارتی لوٹ مار کی تاریخ اور نام نہاد آزاد منڈی کی معیشت: 479)

[31] اوصاف احمد، اسلامی بینکاری، اسلام آباد، پاکستان، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، 1992ء، ص:10

[32] سید عظیم، تجارتی لوٹ مار کی تاریخ اور نام نہاد آزاد منڈی کی معیشت: ص:80۔

[33] ایضاً، ص: 105۔

ظہورِ اسلام کے وقت عالمی تجارت اور نظام زر

(بین الاقوامی تجارت میں آلۂ مبادلہ کا تدریجی ارتقاء)

اسلام کا معاشی نظام اپنے دیگر شعبوں کی طرح کرنسی کے حوالے سے بھی عالمگیر وحدتِ نظام کا متمنی ہے۔ اسلام اس نظریہ کو ترجیح دیتا ہے کہ کرنسی بین الاقوامی(International Currency) ہونی چاہیے تاکہ سکّہ جات کے تبادلہ میں رونما ہونے والی معاشی دستبرد کو ختم کیا جا سکے۔

سکّوں کی معیاری قدر (Standard value) کا تعین

مختلف ممالک اور عالمی منڈیوں میں رائج دراہم و دنانیر نہ صرف مختلف قسموں اور شکلوں کے ہوتے تھے بلکہ مختلف ٹکسالوں میں ڈھلنے کی وجہ سے ان سب کے اوزان یکساں نہ تھے۔ موسمی تغیرات سے ان کے حروف و نقوش وغیرہ مدہم ہو جاتے تھے۔ اس طرح ان کی معیاری قدر (Standard value) کی تعیین بہت مشکل ہو جاتی۔ اس کا تعین صرف ایک ماہر اور چالاک صراف (Exchangers) ہی کر سکتا تھا۔ ان کی معیاری قدر کے تعین کے بارے میں تاریخی تعامل کو ذکر کرتے ہوئے نصیر الدین نقشبندی لکھتا ہے:

"ان سکّوں کی قدر و قیمت کی تعیین ان کے وزن سے ہوتی تھی نہ کہ ان کی ظاہری قدر و قیمت(face value سے۔"[34]

عالمی منڈیوں میں تجارت کے لیے یہ مسئلہ ہمیشہ زیر بحث رہا ہے کہ دو ملکوں کی کرنسیوں کا تبادلہ کس بنیاد پر ہو ؟ مفتی محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

> "جب طلائی نظام(Gold Standard) رائج تھا اس وقت دو ملکوں کی کرنسیوں میں تبادلے کی شرح(exchange rate)[35] ان کرنسیوں کی پشت پر موجود سونے کی مقدار کے تناسب سے طے ہوتی تھی۔یعنی یہ دیکھا جاتا تھا کہ ہر ملک کی کرنسی کے پیچھے سونے کی

---

[34] نقشبندی، ناصر السید محمود، الدینار الاسلامی فی المتحف العراقی(الدینار الاموی والعباسی)، بغداد، عراق: دار الوثائق، ۲۰۰۲ء، ص:۱۱۔

[35] وہ شرح جس پر کسی ملک کے زرِ مبادلہ (foreign exchange) کو دوسرے ملک کے زر مبادلہ کے ساتھ تبدیل کیا جائے۔ عموماً یہ شرحِ تبادلہ امریکی ڈالر کے ساتھ لی جاتی ہے، مثلاً روپیہ کی شرحِ تبادلہ امریکی ڈالر کے ساتھ 165.50 ہو تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ایک امریکی ڈالر کے بدلے میں 165.50 پاکستانی روپے ہوں گے۔

کتنی مقدار ہے۔ دو ملکوں کی کرنسیوں کے بدلے میں ملنے والی سونے کی مقداروں میں جو تناسب ہوتا اسی تناسب سے کرنسیوں کا تبادلہ ہوتا تھا۔"[36]

تجارت بین الاقوام میں شرح تبادلہ کا تعین

عالمی سطح پر تجارت میں مختلف ممالک کے مابین شرح تبادلہ(exchange rate) کا تعین کیسے ہو؟ اس امر پر بحث کرتے ہوئے حکیم الامت علامہ محمد اقبال لکھتے ہیں:

"تجارت بین الافراد کی صورت میں یہ معلوم کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ فریقین تبادلہ کے درمیان شرح تبادلہ کیا ہو گی۔ اس مشکل کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں پورے حالات نہیں معلوم ہوتے اور نہ ہو سکتے ہیں۔ بھلا ہمیں کس طرح علم ہو سکتا ہے کہ ایک خاص فرد کو کسی خاص شے کی کس قدر شدید ضرورت ہے۔ لیکن تجارت بین الاقوام کی صورت میں اقوام کی ضروریات کا اندازہ کسی قدر ہو سکتا ہے۔ لہٰذا تجارت کی اس خاص صورت میں بھی بشرطیکہ مختلف ممالک کے درمیان سرمایہ، محنت اور تجارتی اشیا بلا روک ٹوک آجاسکتی ہوں۔ تعینِ قدر کا وہی پہلا اصول صحیح معلوم ہوتا ہے، یعنی شرح تبادلہ تجارت بین الاقوام کی صورت میں بھی اسی مساوات پر منحصر ہے جو مختلف اقوام کی طلب و رسد اشیا کے درمیان ہو۔"[37]

یہ بات درست ہے کہ شرح تبادلہ قانون طلب و رسد کی رو سے ہی متعین ہو تی ہے مگر عالمی تجارت کی چند خصوصیات ایسی ہیں جو اس قانون کو متاثر کرتی ہیں۔ ان خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے علامہ محمد اقبال تحریر کرتے ہیں:

1۔ بعض اوقات فریقین تبادلہ آپس میں اتفاق کر کے ایک خاص شرح تبادلہ(exchange rate)مقرر کرلیتے ہیں۔

2۔ اگر اشیا متبادلہ کی پیداوار قانونِ تقلیل حاصل کے تابع ہو، تو جب ان کی پیداوار ایک ملک میں نقطہ تقلیل تک پہنچ جائے گی تو دیگر ممالک ضرورت سے مجبور ہو کر اسی شے کو

[36] تقی عثمانی، مفتی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، کراچی، پاکستان: مکتبہ معارف القرآن،1427ھ/2006ء ص: ۹۸۔
[37] محمد اقبال، علامہ (1877۔1938ء)، علم الاقتصاد، لاہور، پاکستان: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء، ص: ۹۸۔

پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ تجارت بین الاقوام کا دائرہ دن بدن تنگ ہوتا جائے گا۔ جس سے شرح تبادلہ پر ایک نمایاں اثر ہو گا۔

3۔ بعض حالات یعنی بُعد مسافت اور کثرت مصارف بار برداری وغیرہ کی وجہ سے مختلف اقوام کے درمیان تجارتی مقابلہ مفقود ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کی موجودگی یا عدم موجودگی سے اشیا تجارتی کی قدر میں تغیر آ جاتا ہے۔

4۔ بعض اوقات ایسے موانع پیش آجاتے ہیں کہ دو مختلف ممالک کے تجار کو تبادلہ اشیا میں مشکلات ہوتی ہیں مثلاً کثرت مصارف باربرداری ، دلّالوں کی دلالی اور محصول درآمد و برآمد۔ ان اسباب سے اشیا کی قدر میں تغیر آ جاتا ہے اور تجار کے فائدے میں کمی ہو جاتی ہے۔ لہٰذا یہ اسباب بھی شرح تبادلہ پر اپنا اثر کیے بغیر نہ رہیں گے۔[38]

مختصر یہ کہ اس نوع کے اور اسباب بھی ہیں جو شرح تبادلہ(exchange rate) پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ مگر قابل غور بات یہ ہے کہ قانونِ کلیہ طلب و رسد ان اسباب و علل کی بنا پر معطل نہیں ہوتا، ہاں اتنا ضرور ہے کہ اس کا وظیفہ ان کے اثر سے متاثر ضرور ہوتا ہے۔

عہد جاہلیت میں سونا اور چاندی دونوں قسم کے نظام رائج تھے۔[39] امام مالک (م 179ھ) پہلے محدث ہیں جو اپنی موطا میں اہل الذہب اور اہل الورق کی اصطلاحیں استعمال کرتے ہوئے عہدِ عمر کے شرح تبادلہ (exchange rate) کی طرف یوں اشارہ کرتے ہیں:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ضَرَبَ الْجِزْيَةَ عَلَى أَهْلِ الذَّهَبِ أَرْبَعَةَ دَنَانِيرَ وَعَلَى أَهْلِ الْوَرِقِ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا[40]

---

[38] ایضاً، ص: ۹۹۔

[39] جن ملکوں میں دینار یعنی سونے کا نظام کا رائج تھا انہیں اہل الذہب کہتے تھے۔ ان میں بازنطینی ریاستیں مثلاً مصر، شام وغیرہ شامل تھیں اور جن ممالک میں درہم یعنی چاندی کا نظام رواج پذیر تھا انہیں اہل الورق کہتے تھے۔ ان میں عراق، بابل وغیرہ شامل تھے۔

"حضرت عمر بن خطاب نے معیار طلاء پر چار دینار اور معیار چاندی پر چالیس درہم جزیہ عائد کیا"

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام(Encyclopedia of Islam) میں مرقوم ہے کہ مکی تجار سکوں کے وزن میں واضح تفاوت کی وجہ سے ان کا تبادلہ میزان کے ذریعے کرتے تھے:

Only the scale could determine the value[41]

"صرف میزان ہی(سکوں کی) قدر کا تعین کر سکتا ہے۔"

تجارت میں کاروباری دستاویزات کا استعمال

قومی اور بین الاقوامی سطح پر تجارت کے لیے چونکہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے لہذا نقدی وسیع البنیاد تجارتی ضروریات کے لیے مشکل کا باعث ہوتی ہے۔ اس مسئلہ کے حل کے لیے تجارتی حلقوں نے ایسی دستاویزات متعارف کروائیں ہیں جو نقد کی طرح ہی قابل اعتماد سمجھی جاتی ہیں۔ ان دستاویزات کو بنکاری کی اصطلاح میں آلات اعتبار(Instruments of credit) یا کمرشل پیپرز کا نام دیا جاتا ہے۔ قاضی شہزاد احتشام اس آلہ اعتبار کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایسی دستاویزات جو کاروباری لین دین میں زر کا نعم البدل ہوں اور مستقبل کی ادائیگی کے لیے استعمال ہوتی ہوں آلات اعتبار کہلاتی ہیں۔جیسے چیک، ہنڈی اور تحریری وعدہ وغیرہ۔"[42]

الدکتور عبد اللہ بن محمد احمد الطیار(۱۳۷۳ھ- معاصر) آلات اعتباری یا کمرشل پیپرز(Commercial Papers)کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

اَلْأَوْرَاقُ التِّجَارِيَّةُ صَكُوْكٌ ثَابِتَةٌ لِلتَّدَاوُلِ تُمَثِّلُ حَقًّا نَقْدِيًّا وَتَسْتَحِقُّ الدَّفْعَ بِمُجَرَّدِ الْإِطِّلَاعِ أَوْ بَعْدَ أَجَلٍ قَصِيْرٍ وَيَجْرِي الْعُرْفُ عَلٰى قَبُوْلِهَا كَأَدَاةٍ لِلْوَفَاءِ[43]

---

[40]مالک، مالک بن انس بن مالک اصبحی(۹۳-۱۷۹ھ)، الموطا،کتاب الزکوۃ، باب الجزیۃ اہل الکتاب والمجوس، بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ، ج: ۱، ص: ۱۷۹، رقم: ۶۱۷۔

[41]Encyclopedia of Islam, E.J. Brill's (First , 1913-1936), London, LUZAC & Co, 1993, Volume 3 , P.439

[42]قاضی شہزاد احتشام، اصول بنکاری، ص: ۳۸۸۔

[43]الطيار، الدكتور عبد الله بن محمد بن احمد، البنوك الاسلامية بين النظرية والتطبيق، السعودية: مدار الوطن للنشر، ١٤٠٨ھ/ ١٩٨٧ء، ص: ١٣٤

"کمرشل پیپرز سے باہمی لین دین کے وہ دستاویزی ثبوت مراد ہیں جو کاملاً نقدی کی نمائندگی کرتے ہیں اور نوٹس موصول ہوتے ہی یا مختصر مدت بعد واجب الادا ہوتے ہیں۔ عرف ان کو ایک آلہ ادائیگی کے طور پر قبول کرتا ہے۔"

وسیع پیمانہ پر تجارتی ادائیگیوں کے نظام کو آسان اور سہل بنانے کے لیے مسلمانوں نے ہارون الرشید کے زمانہ میں چیک کو بھی رواج دیا۔ یہ چیک زر اعتباری کا کام کرتے تھے، ادا اور وصول کیے جاتے تھے۔[44]

کاروباری دستاویزات اور کرنسی میں فرق

ان دستاویزات کا چونکہ کاروباری اور تجارتی مقاصد کے لیے اجراء کیا گیا تھا لہٰذا ان کے مالی حقوق بوقت ضرورت کسی بھی دوسرے شخص کو منتقل کیے جاسکتے ہیں۔ اسی انتقال پذیری کی وجہ سے ان مالی اوراق(commercial paper) کو تحویل پذیر آلات اعتباری(Negotiable instruments) بھی کہا جاتا ہے۔ ان میں ہنڈی (Bill of exchange)، پرومیسری نوٹ(promissory notes) اور چیک(Cheque) شامل ہیں۔

یہاں یہ امر ملحوظ رہے کہ چونکہ کاروباری دستاویزات خالصتاً وسیع پیمانے پر تجارت کے لیے جاری کی گئی ہیں لہٰذا تجارتی حلقوں میں تو یہ دستاویزات کرنسی کی طرح ہی قبول کی جاتی ہیں لیکن اس کے باوجود ان دونوں میں کئی حوالوں سے فرق و امتیاز ہے۔ مثلاً:

۱۔خرید و فروخت یا قرض کی ادائیگی وغیرہ میں کاغذی کرنسی کو قبول کرنے سے قانوناً انکار نہیں جا سکتا لیکن اگر کوئی کاروباری دستاویزات کو قبول کرنے سے کوئی انکار کر دے تو اسے لینے کے لیے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

---

[44] المدور، جمیل بن نخلة (١٨٦٢ء-١٩٠٧ء)، حضارة الإسلام فی دارالسلام، قاہرہ، مصر: المطبعة الأميرية ببولاق، ١٩٣٥ء، ج: ٢، ص: ٣١٦-٣٣٠

۲۔ کاروباری دستاویزات کے توسط سے رقم کی منتقلی کے لیے مدت متعین ہوتی ہے جب کہ کسی بھی ملک کی کرنسی غیر معینہ مدت کے لیے ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہنڈی(Bill of exchange)وغیرہ کے ذریعے رقم اگر درج شدہ میعاد سے قبل وصول کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو کٹوتی ہو گی جب کہ کرنسی میں ایسا نہیں ہوتا۔

۳۔ کاروباری دستاویزات مختلف کمپنیاں اور افراد جاری کر سکتے ہیں جب کہ پیپر کرنسی صرف کوئی ریاستی ادارہ ہی جاری کر سکتا ہے۔

٤۔ کمرشل پیپرز کی توثیق اور انہیں قابل انتقال بنانے کے لیے ان کی پشت پر دستخط کرنے پڑتے ہیں جب کہ پیپر کرنسی میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔[45]

بین الاقوامی تجارت میں ہنڈی (Bill of Exchange) کا استعمال

ہنڈی کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ چودھویں صدی عیسوی میں بہت سے یہودی تاجر اٹلی سے برطانیہ منتقل ہو گئے۔ وہاں جاکر انہوں نے زر (Money) کو قرض دینے اور اس پر سود (Intrest) وصول کرنے کا منظم کاروبار شروع کیا۔ اپنے سرمائے میں بڑھوتری کے لیے انہوں نے اپنے مالی معاملات کو بین الاقوامی سطح تک پھیلا دیا۔ انہوں نے غیر ملکی تاجروں کو ادائیگی کے لیے تحریری اجازت نامے جاری کیے اور اُن ممالک میں اپنے کارندوں کو ہدایت دی کہ وہ ان تحریری اجازت ناموں کو دکھانے والوں کو مقررہ رقم ادا کر دیں۔ یہی اجازت نامے بعد میں تدریجاً آلات اعتباری یعنی ہنڈیوں اور بنک ڈرافٹس(Bank drafts) کی صورت میں رواج پذیر ہوئے۔[46] ذیل میں ہنڈی کی تعریف درج کی جاتی ہے:

1۔ڈاکٹر آگروال(Dr. H. S Agarwal) ہنڈی کی تعریف کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے:

A bill of exchange is an order from a creditor to the debtor to pay a certain sum of money to himself or to the bearer.[47]

---

[45] الدکتور سعد بن ترکی بن محمد الخثلان، احکام الأوراق التجاریة فی الفقه الاسلامی، الدمام، السعودیة: دار ابن الجوزي، ١٤٣٣ھ/ ٢٠١٢ء ص: ٤٠-٥٩

[46] ہنڈی کو عربی میں ''کمبیالۃ''، اردو میں ''ہنڈی'' اور انگریزی میں Bill of Exchange کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسے ''مبادلاتی بل'' یا ''مدتی بل' بھی کہتے ہیں۔

[47] Agarwal, Dr. H. S., Principles of Economics, Global Professional Publishing, 2013, P.166

"بل آف ایکسچینج دائن کی طرف سے مدیون کے لیے ایک حکم نامہ ہے کہ مدیون دائن کو یا حامل کو خاص مقدار پیسوں کی ادا کرے۔"

2۔ نکلس کولاس (Nicholas Kouladis) ہنڈی کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:

A Bill of Exchange is an unconditional order in writing, addressed by one person to another, signed by the person giving it, requiring the person to whom it is addressed to pay on demand or at a fixed or determinable future time a sum certain in money or to the order of a specified person, or to bearer.[48]

"ہنڈی ایک غیر مشروط تحریری حکم نامہ ہے جو ایک فریق کے دستخطوں سے کسی دوسرے فریق کے نام جاری کیا جاتاہے، جس میں ایک مخصوص رقم اس میں مذکورہ شخص کو یا اس کے حکم پر کسی دوسرے شخص یا حامل بل کو اس کے مطالبے پر یا آئندہ کی کسی مقررہ تاریخ کو یا کسی قابل تعین تاریخ کو ادا کرنے کے لیے کہا گیا ہوتا ہے۔"

3۔ مفتی محمد تقی عثمانی ہنڈی کی تعریف اور بازار میں اس کی عملی صورت حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بل آف ایکسچینج (Bill of Exchange) ایک خاص قسم کی دستاویز ہے۔ جب کوئی تاجر اپنا مال فروخت کرتا ہے تو خریدار کے نام بل بناتا ہے۔ بعض اوقات اس بل کی ادائیگی کسی آئندہ تاریخ میں واجب ہوتی ہے۔ اس بل کو دستاویزی شکل دینے کے لیے مدیون (Debtor) اس کو منظور کر کے اس پر دستخط کر دیتاہے کہ میرے ذمہ فلاں تاریخ کو اس بل کی ادائیگی واجب ہے۔ ہنڈی میں لکھا ہوا دَین تو مدیون سے تاریخ ادائیگی آنے پر ہی لیا جا سکتاہے مگر دائن کو فوری طور پر رقم کی ضرورت ہوتی ہے تو کسی تیسرے شخص کو وہ بل دے کر لکھی ہوئی رقم لے لیتاہے، اور بل کی پشت پر دستخط کر کے

---

[48] Nicholas Kouladis, Principles of Law Relating to International Trade, Section 3(1) of the Bills of Exchange Act 1882, P. 213.

اس کے حقوق اس تیسرے شخص کی طرف منتقل کر دیتا ہے، تیسرا شخص اس پر لکھی ہوئی رقم میں کٹوتی بھی کر دیتا ہے، مثلاً ہنڈی پر ایک ہزار روپے لکھے ہوئے ہیں تو وہ نو سو پچاس روپے دیتا ہے، اس عمل کو انگریزی میں "Discounting of the Bill of Exchange" اور اردو میں "بٹہ لگانا" کہتے ہیں۔ ہنڈی پر بٹہ لگانے کی شرح "Maturity" کو مد نظر رکھ کر طے ہوتی ہے، تاریخ ادائیگی جتنی قریب ہوتی جائے، بٹہ لگانے کی شرح کم ہوتی جاتی ہے۔"[49]

4۔ہنڈی کی تعریف کرتے ہوئے ڈاکٹر عبد العزیز فہمی ہیکل لکھتا ہے:

هِيَ نَوْعٌ مِنَ السَّنَدَاتِ الْإِذْنِيَّةِ الَّتِى تُسْتُخْدَمُ فِي التِّجَارِةِ الْخَارِجِيَّةِ فِي الدُّوَلِ الْغَرَبِيَّةِ يَعْتَهِدُ بِمُوْجِبِهَا السَّاحِبُ وَبِدُوْنِ شُرُوْطٍ أَنْ يَّدْفَعَ لِلْمَسْحُوْبِ لصالحه مَبْلَغاً مِنَ الْمَالِ فِي تَارِيْخٍ مُعَيَّنٍ۔[50]

"یہ ان دستاویزات میں سے ہے جو مغربی ممالک میں بیرونی تجارت کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ اس کی بنیاد پر لکھنے والا غیر مشروط ذمہ داری لیتا ہے کہ وہ حامل ہنڈی کو کسی معین تاریخ پر مال کی ایک خاص مقدار دے گا۔"

بازار میں ہنڈی کی کٹوتی (Discounting of Bill of Exchange) اور اس کے وظائف و استعمالات (Functions) کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر مولانا عصمت اللہ تحریر کرتے ہیں:

"تجارتی دنیا میں اُدھار لین دین میں سہولت کے پیش نظر مدتی بل عموماً زیادہ استعمال کیے جاتے ہیں، مدتی بل کی ادائیگی کے لیے مستقبل کی کوئی تاریخ مقرر ہوتی ہے، چنانچہ اگر حامل کو بل میں لکھی ہوئی رقم کی مقرر مدت سے پہلے ضرورت پڑ جائے تو اسے کٹوتی کے لیے کسی بنک میں پیش کرتا ہے۔ آج کے ترقی یافتہ دور کے تقریباً تمام تجارتی بنک اس قسم کے بلوں پر کٹوتی کی سہولت مہیا کر کے کاروباری لوگوں کو مالیات فراہم کرنے کے کاروبار میں سرگرم عمل ہیں، دراصل بنک ایسے بل کو خریدتے ہیں، اور اس کے عوض بل میں

---

[49] عثمانی، محمد تقی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص: ۱۲۲۔

[50] ہیکل، الدکتور عبد العزیز فہمی، موسوعة المصطلحات الاقتصادية الاحصائية، بيروت، لبنان: دار النهضة العربية للطباعة والنشر، ١٩٨٦ء، ص: ٧٥

درج شدہ رقم سے کچھ کم رقم ادا کرتے ہیں، کٹوتی کا تعین بنک کی مروجہ شرح سود کے مطابق کیا جاتا ہے"[51]

خلاصہ کلام:

اس تحقیقی مضمون کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

1. زمانہ جاہلیت میں عرب میں دو سکّے دینار اور درہم چلتے تھے۔ دینار بازنطینی ریاستوں کے علاوہ روم، مصر اور شام وغیرہ میں بھی رواج پذیر تھا۔
2. بعثت نبوی سے قبل ہی دنیا میں زری معیشت (Money Economy) قائم ہو چکی تھی۔ پوری دنیا میں آلہ مبادلہ کے طور پر سونے کے سکے رائج تھے اس نظامِ زر کو طلائی معیار (Gold Standard) کہا جاتا تھا۔
3. مختلف علاقوں میں لگنے والے میلوں میں باقاعدہ کرنسی کے مرکز کھولے جاتے تھے جنہوں نے آہستہ آہستہ بنکوں کی شکل اختیار کر لی۔
4. عبد الملک بن مروان نے اپنے سکّے کے علاوہ تمام دوسرے سکے اسلامی قلمرو میں ممنوع قرار دیے۔ اس زمانہ تک مسلمانوں کے ملک میں بیزنطینی دینار اور ایرانی درہم رائج تھے۔
5. بین الاقوامی تجارت میں انیسویں صدی سے پہلے کسی دوسرے ملک کی کرنسی پر اعتماد کی بجائے سونے کو آلہ مبادلہ (Medium of exchange) کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔
6. جو چیز عرفاً آلہ مبادلہ (Medium of exchange) کے طور پر استعمال ہو، وہ قدر کا پیمانہ (Measure of value) ہو اور اس کے ذریعے مالیت کو محفوظ کیا جاتا ہو، زر کہلاتی ہے۔
7. نقود و معاملات میں نقود اس وقت تک معتبر نہیں ہوتے جب تک انہیں قبولیتِ عامہ حاصل نہ ہو۔

---

[51] عصمت اللہ، ڈاکٹر، مولانا، زَر کا تحقیقی مطالعہ، کراچی، پاکستان: ادارۃ المعارف، 1430ھ / 2009ء، ص: ۳۷۸۔

8. اسلامی نقطہ نظر سے "زر" (Money) اور "شے" (Commodity) میں بنیادی فرق ہے کہ زر صرف آلہ مبادلہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے جب کہ شے براہ راست انسانی ضروریات کو پورا کر سکتی ہے۔
9. وہ نظامِ زر جس میں سونے اور چاندی دونوں کے سکے ڈھالے جاتے تھے "دودھاتی معیار" (Bi-Metallic Standarad) کہلاتا تھا۔
10. تجارتی اشیا کا مبادلہ ابتداءً براہ راست تجارتی اشیا سے ہوتا تھا جسے عربی میں "بیع مقایضہ" جب کہ انگریزی میں Barter system کہتے تھے۔
11. ایک کامیاب تاجر کے لیے رائج الوقت کرنسی، زر یا نقد کے بارے میں معلومات ہونا بہت ضروری ہیں۔
12. اسلام کا معاشی نظام کرنسی کے حوالے سے عالمگیر وحدتِ نظام (بین الاقوامی کرنسی) کا متمنی ہے تاکہ سکہ جات کے تبادلہ میں رونما ہونے والی معاشی دستبرد سے بچا جا سکے۔